ہندوستان کی عربی شاعری میں عرب تصورات و روایات

ڈاکٹر حامد علی خاں صاحب رامپوری

علامہ شبلی نے فارسی شاعری پر عربی شاعری کے اثرات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے :-

" فارسی شاعری میں اکثر تلمیحات عرب کی ہیں مثلاً عام طور سے لیلیٰ کا ذکر، اگر لیلیٰ کے علاوہ کسی کا ذکر آتا ہے، تو سلمیٰ، عذرا، دعد اور رُباب کا نام آتا ہے اور یہ عرب کے ہی معشوق تھے۔ عاشق کی انتہا مجنوں پر ہوتی ہے، حُسن حضرت یوسف پر ختم ہو جاتا ہے۔ اور زلیخا کا عشق مثل کی حیثیت رکھتا ہے۔ انبیائے بنی اسرائیل سے متعلق سیکڑوں قصے مثلاً آدم، بہشت، گندم، طوفانِ نوح، قربانی اسماعیل، تعمیر کعبہ، بت شکنی خلیل، صبر ایوب، تختِ سلیمان، بلقیس، ہدہد، ید بیضا، عصائے موسیٰ، وادیٔ ایمن، شمع طور اور اعجاز عیسیٰ وغیرہ فارسی میں رائج ہیں۔ عقل و حکمت اور تدبیر و تدبر میں ارسطو، افلاطون، سقراط اور بقراط وغیرہ کام میں آتے ہیں جو عربی کی راہ سے فارسی میں داخل ہوئے ہیں۔ مذہبی اعتقادات و خیالات کے متعلق جس قدر اصطلاحات اور تلمیحات ہیں، سب عربی سے ماخوذ ہیں، مثلاً شراب طہور، حور، غلمان، چشمۂ کوثر، بہشت، آتش دوزخ، نامۂ عمل، محشر، صبح محشر، فرشتہ اور روح القدس وغیرہ پر سیکڑوں مضامین کی بنیاد ہے [۱]

ہندوستانی شعراء نے بھی متذکرہ بالا اقسام کی تلمیحات کو اپنے کلام میں بلا تامل استعمال کیا ہے

---

(۱) شعر العجم ۴: ۱۱۰ و ۱۱۱

ہے لیکن غالب گمان یہ ہے کہ ان کا استعمال، عربی دانی کے باعث نہیں بلکہ فارسی زبان کے اثر و رسوخ اور فارسی ادبیات کے ملک گیر رواج نے اہل ہند کو اُن سے آشنا کیا کیونکہ ہندوستانی شعراء نے اپنی عربی شاعری میں صرف تلمیحات کے استعمال پر بس نہیں کیا بلکہ عربی الفاظ کو اُن معانی میں بھی استعمال کیا جو فارسی میں رائج تھے۔ اس کے علاوہ فارسی تراکیب و خیالات اور فارسی تشبیہات کو بھی کثرت سے برتا۔ اس امر کی وضاحت کے لیے چند اشعار ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:۔

یا بلبلاً فی افانین الرّبی صدحا   ماذا تقول ہل المحبوب قد سمحا (۱)

(اے اونچے ٹیلوں کے درختوں کی شاخوں پر چہکنے والے بلبل! تو کیا کہہ رہا ہے؟ کیا محبوب نے سخاوت کی)

بلبل نامی پرندہ ایران میں ہوتا ہے، اسی لیے ایرانی شعرا کے کلام میں گل و بلبل کا تذکرہ بکثرت ملتا ہے۔ ملک عرب کی مانند ہندوستان میں بھی بلبل کا وجود نہیں، مگر محمد باقر آگاہ نے اس شعر میں بلبل کو خالص فارسی زبان کے اثر کے تحت مخاطب بنایا جبکہ قدیم شعرائے ادب ایسے مواقع پر کبوتر سے مخاطب ہوا کرتے تھے۔

اذا جرحن من اللواحظ مدنفا   ادرکن من رقص الذبیح لذاذا[۲]

(جب حسینائیں آنکھوں سے کسی خستہ حال عاشق کو مجروح کر دیتی ہیں تو مقتول کے رقص سے انھیں لذت ملتی ہے۔)

باقر آگاہ نے اِس شعر میں 'رقص الذبیح' کہہ کر فارسی تلمیح 'رقص بسمل' کو بیان کیا ہے حالانکہ عرب سوسائٹی میں سِرے سے 'رقص بسمل' کا کوئی تصور ہی نہیں۔

یحکی خیالی فی حبال فروعہا   طیراً لقاسی الہم فی الاقفاص[۳]

۱؎ دیوان غزلیات آگاہ (مخطوطہ)

۲؎ النفحۃ العنبریہ فی مدح خیر البریہ (مخطوطہ) ص ۱۰۰۔ ۳؎ ایضاً، ص ۱۲۷

۔۔۔ی لٹوں میں پھنسا ہوا میرا خیال اُس پرندے کے مشابہ ہے جو پنجرے میں مقید ہو کر رہ گیا ہو)

یہاں آگاہ نے فارسی تخیل کو عربی الفاظ کے جامے میں ظاہر کیا ہے، جو براہِ راست فارسی شعرا کی تقلید نہیں، تو ایسے شعرا کی پیروی ضرور ہے، جو عباسی دور میں ایرانی تہذیب و ثقافت کے اثر قبول کر چکے تھے۔

انما الحال ھٰھنا منظور   انما القال ھٰھنا مھجور[1]

(یہاں صرف حال پسندیدہ ہے اور یہاں قال متروک ہے۔)

اس شعر میں حبیب اللہ نوشہروی نے اصطلاحِ تصوف "حال و قال" ہی کو نہیں، "منظور و مہجور" کو بھی فارسی میں رائج معانی کے لحاظ سے استعمال کیا ہے۔

لولامناہ بقتل الصب ما لبست   خدود دہ حلۃ من حمرۃ الشفق[2]

(اگر معشوق کا مقصد قتلِ عاشق نہ ہوتا، تو اس کے رخسار شفق کی سرخی کا لباس نہ پہنتے۔)

لاغرو ان قتل العشاق ناظرہ   فکم سباھم الآساد بالحدق

(اگر معشوق کی آنکھ نے عاشقوں کو قتل کر دیا تو حیرت کی بات نہیں کیونکہ وہ کالی کالی پتلیوں سے شیروں کی روحیں اسیر کر چکا ہے۔)

اوحد الدین بلگرامی کے ان دونوں شعروں میں فارسی تخیل کی ترجمانی ہے۔ معشوق کا اپنی نگاہ سے شیروں کو رام کر لینا عربی ادب میں نہیں پایا جاتا۔ نیز ان دونوں شعروں میں عرب مزاج کے برخلاف معشوق کو مذکر بتایا گیا ہے۔

لہا قامۃ مثل سرو و تمیل   یداہا کاغصانہ بالقصبا[3]

---

[1] الانصاف فی بیان طریق النجاۃ ص ۹

[2] حدیقۃ الافراح لازاحۃ الاتراح ص ۲۲۳۔ [3] ایضاً ص ۲۳۷

(محبوبہ سرو قامت ہے۔ باد صبا کی وجہ سے سرو کی ٹہنیوں کی مانند اس کے ہاتھ لچکتے ہیں۔)

قاضی نجم الدین کاکوروی نے محبوبہ کے قد و قامت کو 'سرو' سے تشبیہ دی ہے۔ یہ تشبیہ فارسی زبان میں بالاصل اور اردو زبان میں فارسی شاعری کے اثرات کے تحت مستعمل ہے۔ چونکہ 'سرو' سرزمینِ عرب کا درخت ہی نہیں، اس لیے جاہلی عربی ادب اس تشبیہ سے ناواقف ہے۔

مریض العشق مفتون و مجنون سکوبٌ علیہ، والقلب محزون[1]

(بیمارِ عشق مسحور اور دیوانہ ہے۔ اس کی آنکھ سے آنسو رواں ہیں اور دل غمگین ہے۔)

بلاء العشق یا امی بلا ء و آلاف المصائب فیہ مشحون

(اے ماں! عشق کی آزمائش ہی اصل آزمائش ہے۔ عشق میں ہزاروں مشکلات سموئی ہوئی ہیں۔)

اگرچہ "مریض، عشق، مفتون، مجنون،" عربی نژاد الفاظ ہیں جو فارسی لغت میں بھی مفہوم کی قدرے تبدیلی کے ساتھ رائج ہیں، لیکن شاہ نیاز احمد بریلویؒ نے "مریض عشق، مفتون، مجنون" کو فارسی زبان کے رائج معانی میں استعمال کیا ہے اور "مریضِ عشق" "بلاءِ عشق" الفاظ کی ترکیب بھی فارسی زبان ہی کی اختیار کی ہے۔

ولشہا اصل لکل ہمۃ و جتہا تزداد حمۃ عقرب[2]

(معشوقہ کی پریشان زلفیں ہر رنج و غم کی جڑ ہیں اور اس کا جوڑا بچھو کے ڈنک سے بڑھ کر ہے۔)

فیض احمد بدایونی نے فارسی تخیل کے اظہار کے علاوہ 'بچھو کے ڈنک' کا استعمال بھی فارسی مثل کے مطابق کیا ہے اور اس طرح یہاں صرف عربی زبان کے الفاظ کا ہی اختیار و انتخاب ہے۔

بل ہلال لعید قربان و مثال للحظ نظار[3]

(بلکہ وہ بکرعید کے مہینے کا پہلی رات کا چاند، اور یا شوخ و پرناز آنکھ کا گوشہ ہے۔)

مفتی امر اللہ کے اس شعر کے مصرعہ اول میں 'عید قرباں' فارسی ترکیب ہے۔ عربی میں اس عید کو 'عید الاضحیٰ' یا 'عید الاضحیہ' کہا جاتا ہے۔ لغت عرب میں 'قربان' بمعنی قربانی نہیں آتا۔ اسی طرح

[1] دیوان نیاز ص ۵۷ و ۵۸ [2] الہدیۃ القادریہ ص ۳۰ [3] حدیقۃ الافراح ص ۳۴ ۔

شاعر نے مصرعہ دوم میں غیر عربی تشبیہ ذکر کی ہے۔

ُبلیتُ بامرد حسن ملیح   فیا اسفا علی قلبی الجریح [۱]

(میں ایک خوبصورت اور ملیح امرد کے عشق میں مبتلا ہو چکا ہوں، پس میرے زخم خوردہ قلب پر افسوس ہے۔)

محمد سعید حسرت نے "امرد حسن ملیح" اور "قلب جریح" فارسی ترکیب و خیال کے تحت استعمال کیا ہے۔

نقطۃ الخال فوق مبسمہ   کسواد یزین عین الدیک [۲]

(محبوب کے منہ پر تل کا نقطہ اس سیاہی جیسا ہے جو مرغے کی آنکھ کو مزین بناتی ہے۔)

اس شعر میں محمد سعید حسرت کی تحریر کردہ تشبیہ جستجو کے باوجود عربی ادب میں دستیاب نہیں ہو سکی۔

ویوم الوصل غابت عن فراشی   کقرن غاب عن راس الحمار [۳]

(محبوبہ بروز وصل میرے بستر سے اس طرح غائب ہو گئی جس طرح گدھے کے سر سے سینگ غائب ہوا ہے۔)

احمد حسین مبارک پوری نے ہندی مثل "گدھے کے سر سے سینگ غائب ہونا" کو اس شعر میں جگہ دی ہے۔

ہندوستانی شعراء نے قرآن، حدیث اور اشعار عرب کے اقتباسات اپنے کلام کو موقر اور پرشکوہ بنانے کے لیے استعمال کیے، عربی امثال کو نظم کیا اور شعرائے عرب کے مشہور اشعار کے مضامین کو اپنے اشعار میں باندھا۔ بطور نمونہ ذیل میں چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں:-

---

[۱] دیوان قسطاس البلاغہ ص ۶۳   [۲] ایضاً ص ۱۰۱

[۳] دیوان احمد ص ۲۰

اعطاہ ربّ الوریٰ توسعۃ　　وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم[1]

(مخلوق کے رب نے اسے کشادگی وفراخی سے نوازا اور اس کو جسیم بنایا اور اس کے علم میں خوب اضافہ فرمایا۔)

وقلت: اہلاً بمن جلت عنایتہٗ　　بہا تیسرلی نور علی نور

(میں نے اس محبوب کو خوش آمدید کہا جس کی مہربانی مجھ پر عظیم ہے، اس سے مجھے انتہائی روشنی پر روشنی میسر آئی ہے۔)

محمد یوسف بلگرامی نے کلام ربّانی "وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم" کو پہلے شعر کا مصرعہ دوم بنایا ہے۔ اور دوسرے شعر کے مصرعہ ثانی میں قرآن کریم کے اقتباس اور مشہور مثل "نور علیٰ نور" کو تحریر کیا ہے۔

وعذرت من نما مہا متعجبا،　　لا یدخلن الجنۃ النمام[2]

(مجھے تو محبوبہ سے چغلی کھانے والے پر تعجب ہے (جبکہ صحیح حدیث میں ہے کہ) چغل خور جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوگا۔)

سید طفیل محمد بلگرامی نے اس شعر کا مصرعہ دوم مشہور حدیث "لا یدخلن الجنۃ النمام" کو قرار دیا ہے۔

خطبت عذرا بعد الشیب فاعتذروا　　والعذر عند کرام الناس مقبول[3]

(بڑھاپے کے بعد میں نے ایک کنواری کو شادی کا پیغام دیا، لوگو تم مجھے معذور سمجھو شرفا عذر کو شرفِ قبول بخشتے ہیں)

محمد مومن کے اس شعر میں مصرعۂ ثانی کعب بن زہیر کے "قصیدہ بردہ" کے حسب ذیل شعر کا دوسرا مصرعہ ہے:۔

قدجئت عند رسول اللہ معتذرا　　والعذر عند کرام الناس مقبول

(میں رسول اللہؐ کے پاس معذرت خواہ بن کر حاضر ہوا، اور عذر شرفا کے نزدیک قابلِ قبول ہوا کرتا ہے)

ما قال قائلہم یوما لواحدہم　　لوکنت من مازن لم تستبح ابلی[4]

---

[1] سبحۃ المرجان ص ۱۰۱۔ [2] ایضاً ص ۱۰۳ [3] ایضاً ۲۰۹

[4] ثقافۃ الہند جلد اول عدد سوم ص ۵

(اُن کے کسی کہنے والے نے ایک دن بھی اپنے کسی شخص سے نہیں کہا کہ اگر میں بنو مازن سے ہوتا تو اعدا میرے اونٹ نہ لے جاتے۔)

قاضی عبدالمقتدر شریحی نے اپنے شعر کا مصرعہ ثانی "لو کنت من مازن لم تستبح ابلی" قریط بن احنف عرب شاعر کے مصرعہ اول کو قرار دیا ہے۔ قریط کا شعر یہ ہے:-

لو کنت من مازن لم تستبح ابلی بنو اللقیطۃ من ذُھل ابن شیبانا

(اگر میں بنو مازن کا فرد ہوتا تو ذہل ابن شیبان قبیلے کے بنو لقیطہ میرے اونٹ نہ لوٹ لے جاتے۔)

فلمتہا، فاجابتنی بلا مہل لی اسوۃ بانحطاط الشمس عن زحل[1]

(میں نے محبوبہ کو ملامت کی، تو اس نے بلا درنگ جواب دیا کہ برج زحل سے آفتاب کے نیچے آجانے میں میرے لیے اُسوہ ہے۔)

محمد مومن کے اس شعر کا دوسرا مصرعہ طغرائی کے حسب ذیل شعر کا مصرعہ ثانی ہے:-

وان علانی من دونی فلا عجب لی اسوۃ بانحطاط الشمس عن زحل

(اگر مجھ سے ادنیٰ لوگ مجھ سے فائق ہو گئے تو تعجب نہیں کرنا چاہیے کیونکہ برج زحل سے آفتاب کے نازل ہونے میں میرے لیے اُسوہ ہے۔)

لا تعجبوا، ان علا کتب الذین مضوا فان فی الخمر معنیً لیس فی العنب[2]

(اگر سابق مصنفین کی کتابیں بلند مقام حاصل کر چکیں تو آپ حضرات کو استعجاب کی ضرورت نہیں کیونکہ شراب میں وہ خصوصیت ہوتی ہے جو انگور میں نہیں ہوتی۔)

---

[1] سبحۃ المرجان ص ۲۵۱

[2] السیرۃ المحمدیہ والطریقۃ الاحمدیہ ص ۴

علی عباس چریاکوٹی نے ابوالطیب متنبی کے حسب ذیل شعر کے دوسرے مصرعے کو اپنے شعر کا بھی دوسرا مصرعہ بنایا ہے :-

وان تکن تغلب الغلباء عنصرہا فان فی الخمر معنیً لیس فی العنب

(اگرچہ ممدوح کی اصل قبیلۂ بنی تغلب ہے مگر شراب میں وہ خصوصیت ہوتی ہے جو انگور میں نہیں۔)

الم تر ان المال غادٍ ورائحٌ وان الغنی مما تقمع الطوائح[1]

(کیا تجھے معلوم نہیں کہ مال شب و روز آیا جایا کرتا ہے اور بے شک تونگری اُن اشیا میں سے ہے جس کو حوادث روزگار ہلاک کر دیتے ہیں۔)

فیض الحسن سہارن پوری نے اس شعر میں حاتم طائی اور ضرار بن نہشل کے شعروں کے اقتباسات درج کیے ہیں۔ عرب شاعروں کے دونوں شعر ترتیب وار ملاحظہ ہوں :-

اماویّ ان المال غادٍ و رائحٌ ویبقی من المال الاحادیث والذکر

(اے ماوی! مال آنے جانے والی چیز ہے، اُسے قرار نہیں، اور مال کے صرف قصے اور یاد ہی باقی رہ جاتی ہے۔)

لیبک یزید ضارع لخصومۃ ومختبط، مما تطیح الطوائح۔

(یزید پر وہ کمزور رو عاشق شخص روئے جو اپنے دشمن سے انتقام نہیں لے سکتا۔ نیز وہ سائل جس کو حوادث زمانہ نے فنا سے قریب کر دیا ہو۔)

اذا جئتہ، الفیتہ متبسما یبشر فی الجدوی لوجہ مقسم

(جب تو ممدوح کے پاس آئے گا تو اُسے مسکراتا پائے گا وہ خندہ پیشانی سے عطیہ دے کر مسرور نظر آتا ہے۔)

فضیل بن جلال کالپوی کے اس مدحیہ شعر کا مضمون زہیر بن ابی سلمیٰ مزنی کے مدحیہ قصیدے کے

---

[1] دیوان فیض ص ۱۴

درج ذیل شعر سے ماخوذ ہے۔ یہ قصیدہ ہرم بن سنان کی مدح میں لکھا گیا تھا:۔

تراہ اذا ما جئتہ متہللاً　　　　کانک تعطیہ الذی انت سائلہ

(جب تو ممدوح کے پاس آئے گا تو اس کو ہنستا پائے گا گویا کہ تو اُسے وہ چیز عطا کر رہا ہے جس کا تو خود سائل ہے۔)

فذاک فی الصدق مرأۃ بلا صدار　　　　صان الالہ صدوقا فی حکایتہٖ[۱]

(ممدوح صداقت میں بے زنگ کا آئینہ ہے۔ خدا اپنی بات میں سچے مرد کی حفاظت فرمائے!)

محمد یوسف بلگرامی کا یہ شعر معری کے اس شعر سے اخذ کیا گیا ہے:۔

وکلامک المرآۃ یصدق فی الذی　　　　تحکی وانت الصارم المصقول

(تیرا کلام آئینہ ہے، جو کچھ بھی تو بیان کرتا ہے اس میں تیرا کلام صادق ہے اور تو صیقل شدہ تلوار ہے۔)

صالت علی مصائب لو انہا　　　　صالت علی الافلاک صرن اراضیا[۲]

(ایسے کثیر مصائب نے میرے اوپر حملہ کیا کہ وہ آسمانوں پر حملہ آور ہوتیں، تو وہ سب زمین بن جاتے۔)

احمد نوری میاں کا یہ شعر اپنے مضمون کے اعتبار سے بھی رسول صلعم کے مرثیے کے حسب ذیل شعر سے ماخوذ ہے اور بحر و وزن کی یکسانیت کے علاوہ صرف تین الفاظ "صالت، افلاک، ارضیٰ" کو بدل کر رکھ دیا گیا ہے۔ یہ شعر حضرت فاطمہ رضی کی طرف منسوب ہے:۔

صبت علی مصائب لو انہا　　　　صبت علی الایام صرن لیالیا

(مجھ پر ایسی مصیبتیں پڑی ہیں کہ اگر وہ دنوں کے نصیب میں آتیں تو وہ رات بن جاتے۔)

لاتغترانت بالدنیا فان بہا　　　　من عز برۃ فکن منہا علی وجل[۳]

---

[۱] سبحۃ المرجان ص ۱۵۲

[۲] تخیل نوری ص ۵

[۳] ثقافۃ الہند جلد اول عدد سوم ص ۵

(تو دنیا سے دھوکا نہ کھا کیونکہ دنیا میں غالب ہی مالِ غنیمت کا حاصل کرنے والا ہوا کرتا ہے، اس لیے دنیا سے خائف رہ۔)

قاضی عبدالمقتدر شریحی نے اِس شعر میں "من عزّ بزّ" (یعنی جو غالب ہوا، اس نے مالِ غنیمت کو اخذ کیا) عربی مثل کو استعمال کیا ہے۔

لہ الفضائل اجدیٰ من عصا کسرت لہ الشمائل اعلیٰ من جنی العسل [1]

(رسول صلعم کی خوبیاں مکسور لاٹھی سے زیادہ منفعت بخش ہیں، اور آپ کے خصائل چنے ہوئے شہد سے زیادہ شیریں ہیں۔)

عبدالمقتدر شریحی نے اس شعر میں "اجدیٰ من العصا الکسیرۃ" (یعنی ٹوٹی ہوئی لاٹھی سے زیادہ مفید) کو استعمال کیا ہے۔ اہلِ عرب میں لاٹھی بیکار شے نہ تھی بلکہ اُسے سہارا لینے، بکریوں کے لیے پتّے توڑنے اور دوسرے مفید کاموں کی انجام دہی میں کام میں لاتے تھے مگر لاٹھی کے ٹوٹنے کے بعد اس کی افادیت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ مختلف اقسام کی کھونٹیاں اور میخیں وغیرہ دسیوں چیزیں اُس سے بنائی جاتی تھیں۔

عربوں، ایرانیوں اور ہندوستانیوں میں شگون اور بدشگونی میں کہیں اتفاق ہے اور کہیں اختلاف۔ اہلِ عرب کوّے کی طرح خرگوش کو بدشگونی کا باعث قرار دیتے تھے کیونکہ خرگوش کے ہاتھوں کا چھوٹا ہونا اس کے مقصود کے حاصل ہونے میں حارج بنتا ہے اور ان کو دراز کرنا سودمند نہیں[2]۔ اہلِ ہند جملہ امور میں ایک بار چھینک آنا فالِ بد اور دو بار چھینک آنا فالِ نیک خیال کرتے ہیں۔ ہندوستانی باشندے اور اہلِ فارس دونوں کوّے کو احباب سے ملاقات اور وصلِ حبیب کا سبب مانتے ہیں۔ ہندوستان میں آنکھ کا پھڑکنا نیک شگون قرار دیا جاتا ہے[3]

---

[1] ثقافۃ الہند جلد اول عدد سوم ص ۷ [2] نقد النثر ص ۲۷۔

[3] سبحۃ المرجان ص ۲۵۳

ہندی میں سُرخاب کے جوڑے کا عشق مثل کی حیثیت رکھتا ہے، اور ہندی ادب میں بھونرے کو نیلوفر پھول کا عاشق تسلیم کیا جاتا ہے۔ معشوق تک پیام و سلام کی خدمت ہندی میں کوّے سے متعلق ہے، البتہ فارسی میں یہ کام کبوتر اور باد نسیم سے بھی لیتے ہیں[1]

ہندوستان کے عربی گو شعراء نے ہندی ادب میں مستعمل امور تفاول کو اپنی شاعری میں جگہ نہیں دی۔ اُن کے کلام میں عربوں کے تصورات و مزعومات کے خلاف صرف کوّے کو وصل و ملاقات کا ذریعہ سمجھنا معلوم ہوتا ہے لیکن یہ تصوّر ایران اور ہندوستان دونوں میں مشترک ہے، اغلب خیال یہی ہے کہ فارسی اثر کے ماتحت ہندوستانیوں میں یہ خیال عام ہوا[2]۔ آزاد بلگرامی کے علاوہ دیگر ہندوستانی شعراء نے بھی کوّے کو نیک شگونی کے طور پر ذکر کیا ہے۔ باقر آگاہ کا یہ مصرع ملاحظہ ہو:۔

اِنّی مُنّیتُ بصحبۃ الغربان

(میں کووں کی صحبت اور ہمدمی کا بڑا آرزومند ہوں)

---

[1] شعر العجم ۴ : ۱۸۳

[2] عرب شعراء میں صرف ابو الشیص شاعر ایسا گزرا ہے کہ جس نے اپنے اسلاف کی مخالفت کرتے ہوئے کوّے کی جگہ اونٹ کو جدائی کا سبب قرار دیا ہے، چنانچہ اس کے یہ دو شعر ملاحظہ ہوں:۔

ما فرق الاحباب بعد اللہ الا الابل والناس یلحون غراب البین لما جہلوا

(خدا کے حکم کے بعد صرف اونٹ ہی احباب میں تفریق و جدائی کا باعث بنا حالانکہ لوگ اپنی جہالت کے باعث کوّے کو جدائی کا سبب قرار دیکر اُسے ملامت کرتے ہیں)

وما علی ظہر غراب البین تطوی الرحل ولا اذا صاح غراب فی الدیار احتملوا

(کبھی بھی ایسا نہیں ہوتا کہ کوے کی پشت پر رختِ سفر باندھا جائے اور نہ کبھی یہ ہوا کہ جب کسی کوّے نے کسی دیار میں کائیں کائیں کی ہو تو وہاں کے لوگ روانہ ہو گئے ہوں۔) (الشعر والشعراء ۱ : ۲۴۷)

ہندوستانی شعرا نے اہلِ فارس کا اتباع کرتے ہوئے کبوتر اور بادِ نسیم سے پیام و سلام کا کام لیا ہے۔ ذیل میں چند اشعار بطور مثال درج ہیں :۔

شیخ علی حزین

فمن انبئی حمام الایک فی طرب قد اقتدیٰ بزفیری واقتفیٰ اثری[1]

(میری آہ و زاری سے جھاڑی کا کبوتر مسرور ہے۔ اس نے ہچکیاں لینے میں میری پیروی کی اور عمدہ گفتگو میں میرا اتباع کیا۔)

وزیر علی سندیلوی

ہل اعلمت، یا حمام الایک تدری ہدیرک موجع قلبی و صدری[2]

(جھاڑی کے کبوتر! کیا تجھے علم ہے کہ تیری غٹر غوں میرے دل اور سینے میں درد پیدا کر رہی ہے؟)

اذکران تنوح لفرط حزن علی الاغصان فی الاشجار تدری

(میں تیرے علم کے لیے یاد دلانا چاہتا ہوں کہ تو درختوں کی ٹہنیوں پر نوحہ کناں ہوتا ہے۔)

ویعروفی بذالک کل ہم وکرب ثم ضجر ای ضجر

(اور مجھے اس سے ہر طرح کا رنج و الم اور بیقراری پیش آجاتی ہے، کیسی کچھ بیقراری!)

غنی نقی رضوی

نسیم الصبح بلغہ سلاما الی العلامۃ الحبر المتین[3]

(اے نسیم صبح! نیک اور بلند پایہ عالم و فاضل کو میرا سلام پہنچا دے۔)

سید احمد حسن عرشی قنوجی

نسیم الصبح وافی سحیرا اطیبا فقلت لہ اہلا وسہلا و مرحبا[4]

---

[1] حدیقۃ الافراح ص ۲۳۶ [2] دیوان وزیر (مخطوطہ) ورق ۵۹ و ۶۰

[3] نجوم السماء ص ۳۹۲ [4] مآثر صدیقی ۱ : ۸۰

(صبح دم پاکیزہ بادِ نسیم اچانک چلنے لگی، تو میں نے اُسے خوش آمدید اور مرحبا کہا۔)

فدیتک یا نعم الصبا خیر مقدم　　فکل حمام حین اقبلت رحبا

(اچھی بادِ صبا! میں تجھ پر قربان، جم جم آ۔ جب تو چلتی ہے تو ہر کبوتر خوش آمدید کہتا ہے۔)

تحاکی لک الاغصان بالوجد راقصا　　تضاہی لک الاطیار بالسجع مطربا

(درختوں کی ٹہنیاں مستی میں ناچتی ہیں، تو تیری نقل کرنے لگتی ہیں اور پرندے مطربانہ انداز سے چہچہاتے ہیں تو تیری طرح گاتے معلوم ہوتے ہیں۔)

تنفخ فی الاشجار روحا تمیلہا　　فیالک ما ازہاک صنعا واعجبا

(تو درختوں میں ایسی روح پھونکتی ہے کہ وہ جھومنے لگتے ہیں۔ حیرت ہے کہ تیرا کام کیسا سرسبز اور تعجب انگیز ہے۔)

ہل جئت من تلک الربی برسالۃ　　فان الصبا نعم الرسول لمن صبا

(کیا تو اُن ٹیلوں کی طرف سے کوئی پیغام لائی ہے کیونکہ عاشق کے لیے بادِ صبا بہترین پیغامبر ہے۔)

الا یا نسیم الروض، بلغ تحیتی　　الی من حیاتی عندہ ومنیتی[۵]

(سرسبز باغ کی نسیم! میرا سلام اُس تک پہنچا دے کہ جس کے قبضے میں میری زندگی اور موت ہے۔)

عربی ادب سے معمولی واقفیت رکھنے والا بھی یہ بخوبی جانتا ہے کہ عربوں کے کلام میں سیف ہندی، کی بہت زیادہ تعریف و توصیف کی گئی ہے۔ ہندوستانی شعراء نے بھی اپنے کلام میں ہندی تلوار کا بکثرت ذکر کیا ہے، مگر یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ہندی ادب یا ہندوستانی ہونے کی وجہ سے سیف ہندی نے ان کی محفل میں جگہ نہیں پائی، بلکہ یہ عربوں کی پیروی تھی۔

[۵] مآثر صدیقی ۱: ۸۲

LOVE E-TRUTH　پیپتے وادرک کا چورن رجسٹرڈ

جلس ریاح۔ گیس اور ہاضمہ کے لیے مفید ہے۔ جگر و معدہ کا فعل درست کرکے آنتوں کو طاقتور بنانے والا خوش ذائقہ چورن۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ چار آنے علاوہ محصول ڈاک۔

تیار کردہ :- خواجہ پروڈکٹس رجسٹرڈ۔ رامپور۔ یوپی

دہلی میں ملنے کا پتہ :- ماڈرن جام ہاؤس جامع مسجد۔ دہلی ۶